Tarjihaat
Volume: 1I
Issue: VII
July 2022
جولائی ۲۰۲۲
آن لائن ادبی رسالہ
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
WORLD URDU RESEARCH & PUBLICATION CENTRE
WURNP

طاہر طیب

"دستک"

دس گیارہ کا وقت۔۔۔۔ چھت پر دھوپ پھیلی ہوئی۔۔۔اور کلثوم چھت پر کپڑے سکھانے کے لیے تار پر ڈال رہی تھی کہ اس کی نظریں پڑوس کے صحن میں اپنی ہی ہم عمر لڑکی سعدیہ پر پڑیں۔۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا کیسی ہیں باجی؟ سعدیہ نے بھی مسکراہٹ کا جواب ہلکے سے تبسم سے دیا اور کہا میں ٹھیک۔۔۔ باجی آپ کیا کرتی ہیں؟ میں سکول میں استانی ہوں۔ یہ تو اچھی بات ہے اور آپ کیا کرتی ہیں؟ میں تو گھر میں ہوتی ہوں۔ کلثوم نے پوچھا۔ باجی آپ شادی شدہ ہیں؟ نہیں تو، اور تم؟ میرے تو ماشاءاللہ دو بیٹے ہیں۔ اچھا! حیرت کی بات ہے؟ تم تو میری ہی ہم عمر ہو۔ باجی میری شادی جلدی ہو گئی تھی۔ دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر تک چلا اور یہ کہہ کر کہ پھر ملتے ہیں۔ خدا حافظ! کہہ دیا۔

وقت گزرتا گیا دونوں کے درمیان دوستی مضبوط ہوتی گئی اور آہستہ آہستہ بے تکلفی بھی ختم ہو گئی۔ دونوں ایک دوسرے کو ناموں سے پکارنے لگیں۔ اب کلثوم کو جب وقت ملتا وہ سعدیہ سے بات چیت کرنے چھت پر چلی جاتی۔ یہاں تک کہ اپنے کھانے پینے کی چیزیں بھی ایک دوسرے کو دینے لگے۔ سعدیہ! آج میں نے گھر میں بیگن کا بھرتہ بنایا تھا۔ کھا کر بتانا کہ کیسا بنا ہے؟ تندور میں بنایا ہے۔ سعدیہ نے سالن سے کپڑا ہٹایا تو خوشبو سونگھی اور کہا واہ! بڑے مزے کا لگ رہا ہے۔

سعدیہ وہ برتن لے کر اپنے کمرے میں آگئی۔ اس نے اپنی بہن نادیہ کو آواز دی۔ نادیہ آ جاؤ تم بھی کھانا کھالو، کلثوم نے بھجوایا ہے۔ بڑے مزے کا ہے۔ دونوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ یار واقعی مزہ آگیا ہے۔ شام کو سعدیہ نے کلثوم کو بتایا کہ کھانا بہت مزے کا تھا۔۔۔ اچھا ایک اور بھی بات بتانی تھی۔ تمھیں معلوم ہے کہ ہمارے کمرے اور تمھارے گھر کے درمیان روشن دان بھی ہے۔ جب بھی تمھارا دل کہے ادھر سے آواز دے دیا کرو۔۔۔ ویسے بھی ہم دیوار شریک ہیں۔ میرے گھر میں تو صرف ابو ہوتے ہیں وہ بھی شام کو آتے ہیں۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ جی ضرور کیوں نہیں۔ کلثوم نے سعدیہ سے پوچھا۔ تم نے کتنی جماعتیں پڑھی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا۔ بی۔ اے۔ کیا ہوتا ہے؟

بی۔ اے؟ سوری سوری۔۔۔ مطلب چودہ جماعتیں۔۔۔ یہ تو بہت جماعتیں ہیں، میرا بھائی۔ بھی چودویں کے پرچے دے رہا اور چھوٹی بہن بارہویں میں پڑھتی۔ یار میری بھی خواہش ہے کہ

میرے بچے پڑھ لکھ کر استاد بن جائیں۔بن جائیں گے۔۔۔پگلی تم فکر نہ کیا کرو۔۔۔اب کلثوم اور سعدیہ کی دن میں دو تین دفعہ بات چیت ہوتی۔دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتیں۔پاس پڑوس کی باتیں کم اور اپنی زیادہ۔۔۔ایک دن سعدیہ نے کہا کہ کلثوم اگلے ہفتے میرے پرچے شروع ہو رہے ہیں۔تیاری نہیں ہو رہی ، سکول سے آکر کھانا بناتی ہوں کھانا کھا کر سوجاتی ہوں۔۔۔شام کو ابو اور نادیہ کے ساتھ بیٹھ جاتی ہوں،ٹائم بالکل نہیں ملتا۔۔۔باجی فکر نہ کریں۔ میں دعا کروں گی۔اللہ میاں! آپ کو پاس کر دے گا۔جن دنوں میرے پرچے ہوں گے ان دنوں ابو اور نادیہ کو کھانا کون بنا کر دے گا؟ باجی آپ فکر نہ کریں۔آپ کی یہ بہن ہے نا۔۔۔ جب آپ کے پرچے ہوں،مجھے بتا دینا میں کھانا بنا دیا کروں گی۔جو دال دلیہ ہم کھائیں گے وہی آپ کو بھی بھیج دیں گے۔

سعدیہ کے پرچے جون جولائی میں شروع ہوئے، تو کلثوم تندور پر گرم گرم روٹیاں اور سالن بنا کر نادیہ کو دوپہر دو بجے روشن دان سے دے دیتی۔وہ خوشی سے لیتی اور کلثوم کا شکریہ ادا کرتی ۔۔۔جتنے عرصہ پرچے رہے کلثوم کھانا بنا کر دیتی رہی۔آخری پرچہ ختم ہوا تو سعدیہ نے کلثوم کا شکریہ ادا کیا اور کہا تم نے تو بہنوں سے بڑھ کر حق ادا کیا۔ایک دن کلثوم دیوار کے ساتھ کھڑی تھی کہ اچانک اس کے کان میں سعدیہ اور نادیہ کی باتوں کی آوازیں آنے لگیں۔نادیہ نے سعدیہ سے کہا یہ جو تمھاری سہیلی ہے کبھی کبھی تو مجھے ان پر ترس آتا ہے۔سعدیہ نے پوچھا: کس بات پر؟ یہ روزانہ دال سبزی کیسے کھا لیتے ہیں؟ سعدیہ نے اپنی بہن کو کہا: بے غیرت کچھ تو شرم کرو یہ آوازیں ان تک بھی جا سکتی ہے۔نادیہ نے تکبرانہ لہجے میں کہا۔تو کیا ہوا؟ میں کوئی جھوٹ بول رہی ہوں۔یہی سچ ہے اگر کسی کو برا لگتا ہو تو لگے۔کلثوم کو یہ بات سن کر ذرا دکھ ہوا۔لیکن وہ بھی کیا کرتی،یہی حقیقت تھی۔

غربت خود ہی انسان میں جینے کا حوصلہ پیدا کر دیتی ہے۔ایک دن سعدیہ نے کلثوم سے کہا۔کل میں نے کپڑوں کی شاپنگ کے لیے بازار جانا ہے، کیا تم میرے ساتھ بازار چلو گی؟ باجی! میں امی سے پوچھ کر شام کو بتاتی ہوں۔شام کو کلثوم نے امی سے کہا کہ سعدیہ بازار جانے کا کہہ رہی ہے ۔امی نے کہا بیٹی چلی جانا لیکن جلدی واپس آجانا۔شام کا کھانا بھی بنانا ہے۔جی امی۔کلثوم نے سعدیہ کو بتایا امی نے اجازت دے دی۔سعدیہ نے کہا کہ کل میں چار بجے تمھارے پاس آجاؤں گی۔شام کو دروازے پر دستک ہوئی تو کلثوم کے چھوٹے بیٹے نے دروازہ کھولا۔سعدیہ نے کہا کہ کلثوم کو بلاؤ اور کہو سعدیہ آئی ہے۔دروازہ کھلا پا کر سعدیہ اندر صحن میں آگئی۔جہاں کلثوم کا بھائی بیٹھا پڑھ رہا تھا۔لڑکا جلدی سے امی کو بلانے چلا گیا۔کلثوم جیسے ہی اندر داخل ہوئی۔اتنے میں اس کے بھائی نے کہا: کلثوم کہاں جا رہی ہو؟۔بھائی میں سعدیہ کے ساتھ بازار جا رہی ہوں،انہوں نے کپڑے خریدنے ہیں۔بھائی: اچھا ٹھیک ہے۔سعدیہ نے پوچھا یہ جس لڑکے نے دروازہ کھولا

وہ کون تھا؟اس نے کہاوہ چھوٹا بیٹا شانی ہے اور وہ صحن میں بیٹھا نوجوان؟وہ میرا بھائی فصیح ہے۔ تمھارا بیٹا اور بھائی دونوں کیوٹ ہیں۔کلثوم کو دیکھتے ہوئے۔۔۔مطلب پیارے ہیں۔دونوں بازار سے واپس آئیں۔

دوستی کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔کلثوم اور سعدیہ کا آنا جانا بھی لگا رہا۔ایک دن کلثوم نے کہا کہ باجی اگر میں چھوٹے بیٹے کو پڑھنے بھیج دوں؟کیا آپ اسے پڑھا دیں گی؟سعدیہ نے کہا:کیوں نہیں؟تم میری بہنوں کی طرح ہو بھیج دیا کرو۔اب کبھی کبھار،سعدیہ اس کے گھر آجاتی اور کبھی وہ۔۔۔ایک دن سعدیہ آئی تو کلثوم کے بھائی نے دروازہ کھولا۔سعدیہ نے مسکراتے ہوئے کہا:وہ ذرا کلثوم کو بلادیں کہیں کہ سعدیہ آئی ہے۔۔۔فصیح نے آواز دی۔۔

باجی!جاؤ تمھاری سہیلی آئی ہے۔کلثوم!آؤ اندر آؤ۔سعدیہ نہیں جلدی سے تم آؤ یہ کپڑے درزن کو دے کے آتے ہیں۔اوہو!میں نے تو امی سے پوچھا ہی نہیں۔کہاں ہیں خالہ میں پوچھ لیتی ہوں۔۔خالہ سلام۔۔۔میں سعدیہ۔۔۔کلثوم کی سہیلی،جی بیٹی۔خالہ میں اسے درزن تک لے جاؤں؟اچھا بیٹی لے جاؤ۔

گھر سے نکلتے ہوئے دونوں درزن کے پاس چلی گئیں۔کلثوم کا بیٹا سعدیہ کے پاس پڑھنے جاتا تو نادیہ بھی ادھر ہی ہوتی۔وہ کبھی کبھار اس سے سودا سلف منگوا لیتی۔سعدیہ منع کرتی کہ یہ ابھی چھوٹا ہے،بازار میں گم نہ ہو جائے۔نادیہ نے کہا نہیں ہوتا۔کیوں بیٹا!تم نے بازار تو دیکھا ہے؟ جی باجی۔تو یہ چیزیں لکھ دی ہیں،تم جا کر لے آؤ۔تھوڑی دیر بعد شانی وہ چیزیں لے کر آ گیا۔ وقت گزرتا رہا،دوستی چلتی رہی۔ایک دن کلثوم کے بھائی نے کہا:باجی وہ تمھاری سہیلی ہے نا ۔۔کون۔۔سعدیہ؟جی اس سے پتا کرو یہ کتاب شاید اس کے پاس موجود ہو۔کلثوم نے وہ کاغذ سعدیہ کو دیا جس پر کتاب کا نام لکھا ہوا تھا۔سعدیہ نے پڑھا تو کہا:ہاں!یہ ناول میرے پاس ہے۔میں دیتی ہوں ، مسکراتے ہوئے اس نے کہا:اپنے بھائی سے کہنا کتاب گمنی نہیں چاہیے۔کلثوم نے کتاب بھائی کو دی اور سعدیہ کا پیغام بھی دے دیا۔کچھ دنوں بعد فصیح نے کتاب واپس کی تو امیر مینائی کی غزل''سرکتی جائے ہے رخ سے نقاب آہستہ آہستہ''اندر رکھ دی۔کلثوم یہ لو کتاب اپنی سہیلی کو دے دینا اور شکریہ بھی ادا کرنا۔کلثوم نے کتاب روشن دان سے واپس کر دی اور ساتھ ہی بھائی کا پیغام بھی دیا۔سعدیہ نے کہا۔بھائی سے کہنا زیادہ فارمل ہونے کی ضرورت نہیں۔فارمل کیا ہوتا سعدیہ؟اس نے کہا کچھ نہیں بس تم ایسے ہی کہہ دینا اپنے بھائی سے ۔دونوں میں اب دن میں دو تین بار بات چیت ہوتی،کبھی روشن دان،کبھی چھت اور کبھی تو ایک دوسرے کے گھر پر۔کچھ دنوں بعد،سعدیہ کلثوم کے گھر آئی،اب کی بار فصیح نے دروازہ کھولا،دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔باجی!باجی!وہ تمھاری سہیلی آئی۔ہاں!بھائی تم کیوں بوکھلائے ہوئے ہو۔شرماتے ہوئے:نہیں باجی ایسی تو کوئی بات نہیں۔کلثوم سعدیہ کو

لے کر کچن میں چلی گئی۔ میں جلدی سے تمھارے لیے چائے بناتی ہوں۔کلثوم چائے بھی بناتی رہی اور وہ دونوں مزے سے باتیں بھی کرتیں رہیں۔ فصیح دونوں کی باتیں سنتا رہااور کن انکھیوں سے سعدیہ کو دیکھتا رہا۔جاتے ہوئے دونوں کی ایک دفعہ پھر سے آنکھیں چار ہوئیں اور یوں خاموش محبت کا آغاز ہوا۔ایک دن باتوں باتوں میں کلثوم نے کہا: سعدیہ تم بہت اچھی ہو،میری خواہش ہے کہ میری بھابھی بھی تم جیسی ہو۔جو میری دوست بھی ہو۔سعدیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ تو تم مجھے اپنی بھابھی بنالو پھر۔کلثوم نے رات کو اپنی امی کے پاس گئی اور کہاامی میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے کیوں ناہم فصیح کے لیے سعدیہ کا ہاتھ مانگ لیں۔امی نے کہاکہ بیٹاوہ فصیح سے بڑی ہے۔کلثوم نے کہا: امی کچھ نہیں ہوتا۔اتنے میں فصیح آیا تواماں نے کہا: کیوں بیٹا تری بہن نے تمھارے لیے سعدیہ کو پسند کیاہے۔ تمھارا کیاخیال ہے؟ فصیح نے شرماتے ہوئے کہا۔ ماں جیسے آپ کی مرضی۔کچھ دنوں کے بعد فصیح کا رشتہ لے کر اس کی ماں سعدیہ کے گھر گئی۔ سعدیہ نے دروازہ کھولا۔خالہ آپ؟جی بیٹی! ابوہیں آپ کے؟جی ابوہیں،آپ اندر آئیں۔انہوں نے سلام دعا کے بعد بات چیت شروع ہوئی تو فصیح کی ماں نے کہا: میں سعدیہ کا ہاتھ اپنے بیٹے فصیح کے لیے مانگنے آئی ہوں۔سعدیہ کے باپ کا رنگ اڑ گیا نہیں بہن۔۔اس نے ٹالتے ہوئے کہا: آپ کو توپتا ہے کہ ہم ذات برادری سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔۔۔یہ کہہ کر اس کا باپ اٹھ کر باہر چلا گیااور سعدیہ سے کہابیٹا خالہ کو چائے پلادینا۔ فصیح کی ماں اٹھی اور جانے لگی تو سعدیہ نے روکنے کی کوشش کی مگر انہوں نے کہابیٹاچائے پھر سہی۔۔۔میں چلتی ہوں۔خداحافظ!

کلثوم کی ماں غصہ میں گھر آئی توبیٹی نے کہااماں خیر تو ہے؟ ہاں! انہوں نے انکار کر دیا۔اماں کیوں؟ہم خاندان سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔اماں یہ کیا بات ہوئی؟بس بیٹاوہ لوگ ہم سے ذرا امیر ہیں اس لیے۔اتنے میں فصیح بھی بول پڑاذات پات کا نظام تو ہندوانہ رواج ہے۔جب ہم سب آدم کی اولاد ہیں تو؟بس بیٹا یہ سب پیسے کا کھیل ہے۔۔۔

وہ تونے ان شاہوں کو نہیں دیکھا جن سے ہم دودھ لیتے ہیں۔ہاں اماں! وہ بھی پیسہ آتے ہی سید بن بیٹھے۔۔اصل میں ان کی ماں تو کمھارن تھی۔اس نے شاہ جی سے نکاح کر لیا۔شاہ جی کے مرنے کے بعد ساری زمینیں اور جائیدادیں ان کے بھائیوں نے لے لیں اور یہ کمھار سے سید بن گئے۔۔۔۔

شام کو سعدیہ سے بات چیت ہوئی توکلثوم نے کہا: امی کو میں نے ہی بھیجا تھا،مجھے اگرپتاہوتا تو میں نہ بھیجتی۔نہیں کلثوم ایسی کوئی بات نہیں،مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ ابو نے ایسا کیوں کیا؟رات کو سعدیہ نے ابو سے کہا: ابو یہ آپ نے اچھا نہیں کیا،ایسے بھی کوئی کرتا ہے۔نادیہ بھی بیچ میں بول پڑی ہاں ابو! سعدیہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ فصیح اچھا شریف لڑکا ہے۔باپ نے یہ سنا تو کہا: بیٹی ہم خاندان سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں؟نادیہ بولی: تو خاندان میں کوئی

ڈھنگ کا لڑکا ہے ہی نہیں جس سے ہم رشتہ کریں۔سارے نکٹو اور نالائق ہیں۔۔۔سعدیہ کا باپ خاموش ہو گیا۔کلثوم اور سعدیہ کی اب بھی بات چیت اسی طرح ہوتی رہی۔کلثوم نے سعدیہ سے کہا کہ : تم میری بھابھی نہ بھی بنو، تب بھی ہماری دوستی اور پیار اسی طرح رہے گا۔۔۔سعدیہ نے کہا! بالکل ایسا ہی ہو گا۔

وقت گزرتا رہا،دوستی چلتی رہی۔ایک دن سعدیہ نے رات کو کلثوم کو روشن دان سے آواز دی اور کہا۔کلثوم جی، وہ تم سے میں نے ایک بات کرنی تھی۔بولو سعدیہ۔تم کیا اپنی امی ایک مرتبہ پھر ہمارے پاس بھیج سکتی ہو۔ہم نے ابو کو راضی کر لیا ہے۔اچھا میں امی سے بات کر کے دیکھتی ہوں

۔

رات کو کلثوم نے اپنی امی کو بتایا کہ سعدیہ اس طرح کہہ رہی تھی۔ فصیح بھی سن رہا تھا۔اماں نے کہا بیٹا اب میرا دل نہیں چاہتا۔ فصیح نے کہا:امی! کوئی بات نہیں آپ چلی جائیں۔سعدیہ اچھی لڑکی ہے۔ماں نے کہا اچھا اچھا میں دیکھتی ہوں۔جمعے کو پھر فصیح کی ماں چلی گئی۔اب کی مرتبہ خوب آؤ بھگت کی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب فصیح کی ماں نے بات شروع کی تو سعدیہ کے ابو نے کہا : ٹھیک ہے بہن سعدیہ آپ کی بیٹی ہے۔بات پکی ہو گئی،کچھ عرصے بعد تاریخ رکھنے کی باری آئی ۔ فصیح کی ماں دوبارہ گئی تو سعدیہ کے ابو نے کہا:میری ایک شرط ہے کہ آپ اپنا گھر سعدیہ کے نام کر دیں۔ یہ بات سنتے ہی فصیح کی ماں خاموش ہو گئی۔انہوں نے کہا کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے بتاتے ہیں۔ فصیح کی ماں واپس آئی، فصیح نے خوشی خوشی دروازہ کھولا،ماں داخل ہوئی تو اس نے کہا اماں کون سی تاریخ دی انہوں نے؟ بیٹا انہوں نے شرط رکھی ہے کہ یہ مکان سعدیہ کے نام کر دیں۔میں یہ مکان کیسے سعدیہ کے نام کر سکتی ہوں؟ یہ تم چار بہن بھائیوں کی ملکیت ہے۔میں کیسے کسی ایک کو دے دوں؟ماں نے کلثوم کو بلایا اور کہا بیٹا تم سعدیہ کو بتا دو کہ یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔کلثوم نے رات کو اماں کا فیصلہ بتایا۔تو سعدیہ کہنے لگی کہ خالہ سے کہو کہ میں نے بڑی مشکل سے ابو کو راضی کیا ہے، آپ مان جائیں۔شادی کے بعد میں دوبارہ گھر آپ کے نام لکھ دوں گی۔ فصیح کی ماں بھی زمانہ شناس تھی۔اس نے کہا:بیٹی یہ میرا تجربہ ہے کہ شادی کے بعد کوئی نہیں کرتا۔ہمارے پاس لے دے کے یہی گھر ہی تو ہے۔وہ بھی ان کے حوالے کر دیں۔۔۔خیر بات یہیں ختم ہو گئی۔ فصیح ملازمت کے لیے دوسرے شہر چلا گیا۔

وقت گزرتا رہا،دونوں کی دوستی چلتی رہی حتیٰ کہ پانچ سال گزر گئے۔اسی دوران نادیہ کو کسی سے محبت ہو گئی۔اس نے باپ کو بتائے بغیر چھپ کر نکاح کر لیا۔کیونکہ اسے یقین تھا کہ ابا نہیں مانیں گے۔یہ بات تب سامنے آئی جب اس نے ایک دن سعدیہ کو کہا۔ایک گڑبڑ ہو گئی ہے؟ بتاؤ ،میں امید سے ہوں۔۔۔سعدیہ نے کہا یہ کیا بک رہی ہو؟ میں نے خورشید سے نکاح کر لیا ہے ۔وہ میرے ساتھ آفس میں کام کرتا ہے۔سعدیہ نے طریقے سے رات کو ابو سے بات کی کہ ایک

لڑکا ہے جو نادیہ کے دفتر میں کام کرتا ہے اور اسے پسند بھی کرتا ہے۔اس کے گھر والے آنا چاہتے ہیں۔اب خدایا انکار نہ کیجیے گا۔۔۔باپ نے کہا بیٹی بڑی تو تم ہو؟ پہلے تمھاری شادی ہونی چاہیے۔لوگ کیا کہیں گے؟ابا بس ! لوگ کیا کہیں گے؟لوگ اب بھی بہت کچھ کہتے ہیں ؟خورشید کے گھر والے آئے اور کچھ دونوں بعد نادیہ کی شادی ہو گئی۔نادیہ کی شادی جوائنٹ فیملی میں ہوئی،گھر میں کمانے والا صرف خورشید۔انہوں نے خوشی خوشی نادیہ کے لیے ہاں کر دی تھی کہ دو تنخواہوں سے گزرا اچھا ہو جائے گا۔شادی کے کچھ عرصہ بعد۔۔خورشید کی ماں نے نادیہ کی پوری تنخواہ اپنے قبضے میں کر لی اور کہا کہ جو گھر میں دال دلیہ بنے گا وہی تم کھاؤ گی۔

سعدیہ کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی باپ ریٹائر ہو گیا اور پریشان رہنے لگا کہ اس کی عمر نکلے جا رہی ہے۔ایک دن اس کا دوست فہیم آیا۔باتوں باتوں میں اس نے ایک رشتہ بتایا کہ نقوی صاحب نے اپنے بیٹے کے لیے سعدیہ کا رشتہ مانگا ہے۔تو اس نے کہا کہ یار ان کا مسلک تو ہم سے الگ ہے۔اور وہ عمر میں بھی کافی بڑا ہے۔سعدیہ یہ باتیں سن رہی تھی۔فہیم نے کہا یار دوست محمد اس مسلک کا پیچھا چھوڑ و اور ہاں کر دو،اب سب باتیں کہاں پوری ہوتی ہیں۔دوست محمد چپ ہو گیا۔فہیم کے جانے کے بعد سعدیہ نے کہا ابو آپ انہیں ہاں کر دیں۔مجھے کوئی اعتراض نہیں۔کچھ عرصے بعد سعدیہ کی شادی ہو گئی۔۔۔

وقت گزرتا رہا۔۔۔کلثوم کے بڑے بیٹے کی نوکری ہو گئی اور اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ لاہور جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔جانے سے پہلے وہ اپنی سہیلی سعدیہ کے پاس ملنے اس کے گھر گئی تو حیران ہو گئی سعدیہ جو نت نئے فیشن کے کپڑے پہنتی تھی آج اسے پرانے کپڑوں میں دیکھ کر کلثوم کو بہت افسوس ہوا۔اس نے گلے ملتے ہوئے سعدیہ کو بتایا کہ میرے بڑے بیٹے کی لاہور میں جاب ہو گئی اور ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔زندگی رہی تو پھر ملاقات ہو گی۔رخصت ہوتے ہوئے دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔

ایک دن دوست محمد اور فہیم دونوں ہوٹل میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ سامنے سے فصیح اپنی گاڑی سے باہر نکلا۔اس نے سلام کیا اور حال چال پوچھ کر رخصت ہوا تو دوست محمد نے کہا یار فہیم تمھیں پتا ہے میرے سے بڑی بھول ہو گئی تھی۔دس سال پہلے فصیح کا اچھا بھلا رشتہ آیا تھا۔میں نے زعم میں آ کر انکار کر دیا۔میری تو اب ہر کسی کو یہ نصیحت ہے کہ جو پہلی دستک آئے اس پر ہاں کہہ دینی چاہیے۔نہیں تو پچھتاوا رہ جاتا ہے۔

***